کیا ہم جھوٹ بول کر ترقی کر سکتے ہیں؟؟؟

تحریر: سہیل احمد لون

میں جرمنی کے شہر شوائن فورٹ میں ایک نجی کمپنی کا شفٹ انچارج تھا۔ 1998ء کی گرمیوں کی ایک شفٹ کے دوران دو ورکرز ڈیوٹی پر نہ آئے۔ میں نے فون پر وجہ جاننے کی کوشش کی تا کہ ان کا متبادل بندوبست ہو سکے۔ مگر کامیابی نہ ہوئی، اسی اثناء میں جرمن لڑکی جس کی ڈیوٹی تھی کمرے میں داخل ہوئی اور آتے ہی معذرت کرتے ہوئے بتانے لگی کہ اس کے کل اُس کے بوائے فرینڈ کی سالگرہ تھی اور رات کو دیر تک موج مستی کی اور اتنا پی لی کہ آج صبح وقت پر جاگ نہ سکی، موبائل بھی چارج نہ تھا کہ فون کال ریسیو کر سکتی۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا ورکر جو پاکستانی تھا وہ بھی کام پر آ گیا اور مجھ کو لیٹ آنے کی ایسی وجہ بتائی کہ اس کو میں نے دو گھنٹے پہلے ہی گھر بھیج دیا۔ شاید مجھ میں تھوڑی دیر کے لئے اس دیسی پردیسی کی کہانی نے اتنا اثر کیا کہ مجھ میں اپنے دیس کی محبت نے احساس کا جذبہ جگا دیا جس کی وجہ سے میں ڈیوٹی ختم کر کے سیدھا اس کے گھر چلا گیا تا کہ اس کی خیریت معلوم کر سکوں۔ اچانک دروازے پر مجھ کو دیکھ کر وہ حیران اور کچھ پریشان سا ہو گیا۔ حیران ہونے کی وجہ میرا اچانک آنا تھا اور پریشان اس لیے کہ اس کے جھوٹ کا پول کھل گیا۔ خیر میں اپنے پاکستانی ساتھی کے ساتھ کچھ ہمدردی کرنے گیا مگر.....!

واپسی پر میں یہی سوچتے گھر پہنچا کہ اس جرمن لڑکی نے کتنی بے باکی سے سچ بولا اور ہم اپنے آپ کو سب سے اعلیٰ دین اسلام کے پیروکار ہونے کے بلند و بالا دعوے کرنے والے کتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول دیتے ہیں۔ جیسے یہ کوئی برائی نہ ہو۔ اب تو لگتا ہے ہم جھوٹ کی اس دلدل میں ایسا پھنس چکے ہیں کہ کوئی سچا ہم کو اس سے نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو اس کو بھی ہم اپنے ساتھ جھوٹ کی اس دلدل میں لے

اتریں گے۔

کہنے کوتو ہم اُنؐ کے ماننے والے ہیں جنؐ کی ذات اقدس کل کائنات کے لئے ایک نمونہ ہے۔جن کی حیات طیبہؐ دنیا میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن پاک کا عملی نمونہ ہے۔آپؐ نے جہالت کے اندھیروں کو علم اور عمل سے پُرنور کیا۔آپؐ کی تاثیرِ زبان کا یہ عالم تھا کہ آپکے دشمن بھی آپ کو صادق اور امین کہتے تھے۔پہاڑی کی چوٹی پر کھڑے ہوکر اگر آپؐ لوگوں سے یہ فرماتے کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے دوسری طرف دشمن کی فوج ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے۔سب نے یک زبان ہوکر بے شک ہم آپؐ کی بات کو تسلیم کریں گے کیوں کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کبھی امانت میں خیانت نہیں کی۔آپؐ نے فرمایا اور اگر تم لوگ پہاڑ کی دوسری طرف جا کر دیکھو اور وہاں فوج موجود نہ ہو تو تم کیا سوچو گے؟ اہلِ قریش نے کہا محمدؐ بن عبداللہ ہم یہ سمجھیں گے کہ ہم ہی اندھے ہیں جو دیکھ نہیں سکتے مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ آپؐ جو فرمائیں وہ درست نہ ہو۔آپؐ کسی بچے کو بھی صرف میٹھا کھانے سے منع کرنے میں اگلے دن کا انتظار فرماتے کہ اس دن آپؐ نے بھی میٹھا کھایا ہوا تھا یعنی وہ عمل آپ نے تو نہیں کیا جس سے کسی کو منع فرمانا ہو۔واقعی بات میں اثر ہی تب آتا ہے جب کوئی اس پر خود کاربند ہو۔اللہ رب العزت فرماتے ہیں ''اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں''

آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں آپؐ کی محبت میں ہر وقت قربان ہونے کے دعوے کرنے والے کروڑوں ہیں۔ان میں سے بہت سے صرف ناموس رسالتؐ کے نام پر ہی بغیر کسی تصدیق کے کسی کے لہو سے ہاتھ رنگ کر فخر محسوس کرتے ہیں۔مگر آپؐ کی تعلیم اور عمل کی جھلک ان کے کردار کے کسی پہلو میں نظر نہیں آتی۔اب یہ عالم ہے کہ ہر محلے میں عالم ہے.....مگر علم نہیں، اگر کسی کے پاس علم ہے.....تو عمل نہیں، اگر کوئی عمل کرتا ہے.....تو نیت صاف نہیں۔شاید یہی وجہ ہے کہ آج کے ان نام نہاد علماء پر۔

کوئی باشعور شخص یقین کرنے کیلئے تیار نہیں۔ایمان،نیت، یقین اور عمل کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔یہ چاروں خصوصیات پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری زندگی کا حصہ بنتی جاتی ہیں۔بچے کی نیت بڑی شفاف ہوتی ہے اور یہ اس کے یقین کا ثبوت ہوتا ہے جب ہم اس کو ہوا میں اچھالتے ہیں تو وہ زور سے ہنس رہا ہوتا ہے کیونکہ اس کو اس بات کا یقین ہوتا ہے ہم اس کو گرنے سے پہلے ہی پکڑ لیں گے۔ایمان اور عمل اس کی زیست میں وقت، ماحول، تربیت اور حالات کی وجہ سے پختہ ہوتے جاتے ہیں۔آج ہمارے معاشرے میں بچہ اکثر جھوٹے وعدوں اور کھوکھلے دلاسوں کے ماحول میں پروان چڑھتا ہے۔ اور تمام برائیوں کی جڑ جھوٹ ،اس کے رگ و پے میں ایسی سرایت کر چکا ہے کہ بڑا ہو کر وہ بھی اس معاشرے کا حصہ بن جاتا ہے جہاں سچ اور جھوٹ میں کوئی امتیاز نہیں۔ہم اب جھوٹ کے مکروہ جال میں اس بری طرح سے پھنس گئے ہیں کہ اس سے نکلنا ناممکن حد تک مشکل دکھائی دیتا ہے۔جہاں ایوان اقتدار میں بیٹھے لوگ قرآن پاک پر کئے وعدے وفا نہ کریں وہ عوام سے کئے کسی اور وعدے کو پورا کیا کریں گے۔جہاں اپنے آپ کو مرد مومن اور مرد حق کہلوانے والا قوم سے جھوٹے وعدے کی بنیاد پر تامرگ اقتدار کی کرسی سے چپکا رہے۔جہاں سچ کہنے اور لکھنے والے کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے کیونکہ سچ سننے کے لیے برداشت ہونی چاہئیے اور جھوٹے لوگ اس خوبی سے عاری ہوتے ہیں۔

یہ دو حروف کا ایک لفظ 'سچ' اپنے اندر بے پناہ طاقت سموئے ہوئے ہے۔مگر المیہ یہ ہے کہ ہم اس سے بہت دور ہو چکے ہیں اور اپنے روزمرہ کے عام معاملات میں جھوٹ کا اتنا استعمال کرتے ہیں کہ اب یہ ہماری عادت میں شامل ہو چکا ہے اور جھوٹ بولتے ہم کو یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم اس برائی کے مرتکب ہو رہے ہیں جو تمام برائیوں کی جڑ ہے۔حتیٰ کہ اکثر وہاں بھی جھوٹ بول دیتے ہیں جہاں اس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ بھی نہ ہوتا ہو۔

یہ سچ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اب سچ بولنا آسان کام نہیں۔اور سچ سننا اس سے بھی زیادہ مشکل

ہے۔اور سچ کا ساتھ دینا اس سے بھی کٹھن کام ہے، جبکہ حق کی بات پر ڈٹے رہنا مشکل ترین.....! آج ہم کو صرف تین دن صرف سچ بولنا اور صرف سچ کا ساتھ دینا پڑ جائے تو شاید یہ تین دن ہم کو زندگی کے مشکل ترین دن تصور ہونگے۔اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ہم اپنے ملک سے باہر نکلیں۔

کنوئیں کے مینڈک کی طرح ہم جب تک اپنے ملک میں رہتے ہیں تو اس برائی کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ترقی یافتہ ممالک میں جھوٹ کا عملی زندگی میں وہ تناسب ہے جو ہمارے معاشرے میں سچ کا ہے۔یہ ان کے عروج اور ہمارے زوال کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ہم آج تباہی کے دہانے پر ہیں اور بیرونی ممالک میں ہماری بات کا نہ تو کوئی تحقیق کے بغیر اعتبار کرتا ہے اور نہ ہی کوئی ہماری کسی ڈگری اور دستاویز کو سچائی کی کسوٹی پہ پرکھے بغیر درست مانتا ہے۔ہم بیرون ممالک آ کر بھی کافی دیر تک اس برائی یا عادت سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر پاتے۔ہماری اور ہمارے ملک کی بقاء اسی میں ہے کہ ہم برائیوں کی جڑ جھوٹ کو اکھاڑ پھنکیں۔سچ بولیں، سچ سننے کا حوصلہ پیدا کریں اور حق کا ساتھ بلا امتیاز دیں۔